باب
5

مشاہیر

فلاسفر ارسطو

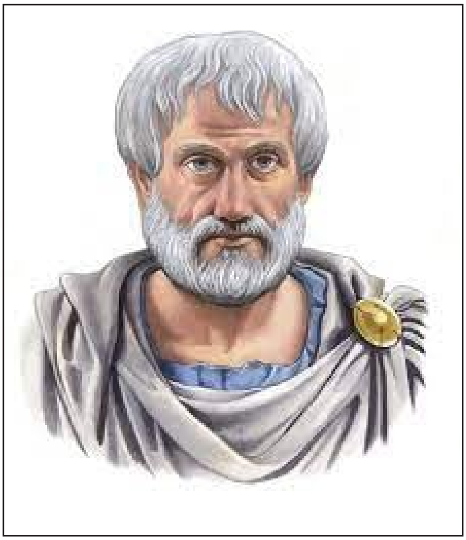

علم ودانش کی بات ہو تو یقیناً نظر یونان کے ان دانش وروں پر جا رکتی ہے، جن کی نظیر علمی دُنیا میں نہیں ملتی۔ علم کی بات نہ تو ان کے بغیر شروع ہو سکتی ہے اور نہ ہی مکمل۔ ان فلاسفروں میں سقراط، افلاطون اور ارسطو سرِ فہرست ہیں۔ آج جدید ٹیکنالوجی نے حصولِ علم اور تحقیق کے ذرائع نہایت آسان بنا دیے ہیں لیکن تقریباً تین ہزار سال پہلے کا دَور ایک مشکل دَور تھا۔ اس کے باوجود یونان کے ان مفکرین نے روشنی کے جو مینار کھڑے کیے، وہ علمی دنیا کے اہم سنگِ میل ہیں۔

ارسطو (384-322 ق م BCE) یونان کے شہر سٹاگرا میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر یونان کے دارالحکومت ایتھنز سے دو سو میل دُور تھریس بندرگاہ کے قریب واقع ہے۔ ان کے والد ریاستِ مقدونیہ کے شاہی طبیب تھے۔ ارسطو ابھی کم عمر ہی تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ اب وہ پڑھائی کی طرف مائل ہوئے۔ ان کا طبعی میلان طبعیات کی طرف تھا۔ والد کے انتقال کے بعد ارسطو کی پرورش کی ذمہ داری اس کے ایک قریبی عزیز نے اپنے سَر لے لی۔ ارسطو کو 17 سال کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایتھنز بھیج دیا گیا۔

ایتھنز پہنچ کر ارسطو نے افلاطون کی اکیڈمی میں داخلہ لیا۔ انھوں نے افلاطون کی شاگردی اختیار کی تو ان کا میلان فلسفے کی طرف ہو گیا۔ یہاں اس نے اپنی زندگی کے انتہائی اہم 20 سال تحصیلِ علم میں گزارے۔ ارسطو کے روپ میں افلاطون کو نہایت مشکل شاگرد ملا، ارسطو اپنے استاد سے بہت بحث کیا کرتا تھا اور اکثر افلاطون سے اختلاف کیا کرتا مگر یہ اختلاف ذاتی نہیں بلکہ نظریاتی ہوتا تھا۔ ذاتی طور پر وہ افلاطون کی بہت عزت کرتا تھا اور جب تک افلاطون زندہ رہا ارسطو اکیڈمی سے وابستہ رہا۔ انھوں نے مسلسل بیس سال تک افلاطون سے علم حاصل کیا اور اپنے استاد کی وفات کے بعد ایتھنز چھوڑ دیا۔

اکیڈمی میں ارسطو ایک محنتی اور بے باک شاگرد کی حیثیت سے مشہور ہوا وہ رات گئے تک دیے کی روشنی میں مطالعہ اور خوب غور وفکر کرنے کے بعد صبح آ کر اپنے استاد سے مباحثہ کیا کرتا اور واضح الفاظ میں اختلافِ رائے کا اظہار کرتا۔ اکیڈمی کو خیر باد کہنے کے بعد ارسطو نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اٹارنیوس کے حکمران کی بھتیجی سے اُن کی شادی ہوئی۔

343 قبل مسیح (BCE) میں مقدونیہ کے فرماں روا فِلیپوس (Philippos) نے ارسطو کو اپنے بیٹے سکندر کا اُستاد مقرر کیا۔ اس زمانے میں ارسطو کی شہرت یونان کے سب سے ذہین استاد کی تھی۔ اس وقت سکندر کی عمر 13 سال تھی۔ انھوں نے سکندر کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کی۔ سکندر بھی ان کا احترام کرتا تھا۔ اس کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ میرے باپ نے مجھے زندگی دی، اور میرے استاد نے مجھے جینے کا سلیقہ سکھایا۔ بہرحال سکندر اپنے والد کی وفات کے بعد حکمران بنا تو دنیا فتح کرنے نکلا اور سکندرِ اعظم کہلایا۔

مستقبل کے سکندرِ اعظم نے 13 سال کی عمر میں ارسطو کا شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ مؤرخین کے مطابق سکندر کے ذہن پر ارسطو کی گہری چھاپ تھی۔ سن 336 قبلِ مسیح (BCE) میں سکندر کی تخت نشینی کے بعد ارسطو مقدونیہ سے رخصت ہوا۔ وہ کچھ عرصہ اسٹیگرا میں رہنے کے بعد واپس ایتھنز پہنچا اور درس و تدریس اور تحقیق کا کام شروع کیا۔ اس نے اپنے مکتب میں باقاعدہ تجربہ گاہ اور کتب خانہ قائم کرنے کے علاوہ لیکچر ہال تیار کروائے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سکندرِ اعظم نے ارسطو کو سائنسی اور میڈیکل تحقیق کے لیے 1000 غلام دیے تھے، جو دنیا کے کونے کونے میں جا کر ہر جانور اور ہر پودے کے نمونے حاصل کر کے لائے۔ علاوہ ازیں سکندر اعظم نے ارسطو کو ایک خطیر رقم پیش کی تھی، جس سے ارسطو نے دنیا کے ہر خطے سے قلمی نسخے منگوا کر مطالعہ کیا۔

ان 323 قبل مسیح (BCE) میں سکندر اعظم کی وفات ہوئی۔ دنیا فتح کرنے کے جنون میں سکندر نے مرنے سے پہلے یونان کی چھوٹی ریاستیں فتح کیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان ریاستوں خصوصاً ایتھنز کے مکین سکندر اعظم سے نالاں تھے۔ سکندر کی وفات کے بعد ایتھنز کے باشندوں نے مقدونیہ کے سیاسی اقتدار کے خلاف بغاوت کر ڈالی اور سکندر کے حامیوں کو شکست دی۔ سکندر اعظم کی وفات کے بعد ارسطو ایک دفعہ پھر ایتھنز آ گئے اور اپنا مدرسہ لیسیئم (Lyceum) قائم کیا اور وہ اگلے بارہ برس تک یہ مدرسہ چلاتے رہے لیکن ایتھنز کے مکینوں کو سکندرِ اعظم اس کی فوج اور باقیات سے چڑ تھی، سو وہ سکندر کے استاد کو کیسے برداشت کر سکتے تھے؟

ارسطو نے ہَوا کا رُخ سمجھ لیا اور ایتھنز سے کوچ کرتے وقت کہا ''میں ایتھنز والوں کو دوبارہ موقع نہیں دوں گا کہ وہ سقراط کی طرح مجھے بھی ختم کرنے کا گناہ کریں۔'' ارسطو بہت زرخیز ذہن کے مالک تھے انھوں نے طبعیات، فلسفے، نفسیات، حیاتیات اور اخلاقیات پر مستند کتابیں لکھیں۔ ان کا طریقۂ کار یہ تھا کہ صبح کے وقت وہ اپنے چند شاگردوں کے ساتھ فلسفے کے مختلف موضوعات پر بحث کرتے اور شام کو ایک عوامی حلقے میں تقریر کرتے تھے۔ ان کی کتابیں انھی تقاریر کا مجموعہ ہیں۔

ارسطو کی تحاریر:

ارسطو سے سیکڑوں کتابیں اور رسالے منسوب کیے جاتے ہیں جن میں سے زیادہ تر ضائع ہو گئے۔ کچھ قدیم مصنفین نے ارسطو کی تصانیف کی تعداد چار سو بتائی ہے اور کچھ نے ان کی تعداد ایک ہزار تک بتائی ہے۔ بہرحال اس بات سے یہ ضرور پتا چلا کہ ارسطو نے جو کچھ لکھا وہ سب کا سب ہم تک نہیں پہنچا۔ لیکن منطق، سائنس، فلسفہ، اخلاق و سیاست کے بارے میں کئی اہم تصانیف کے علاوہ ''فنِ خطابت'' اور ''بوطیقا'' ہم تک پہنچی ہیں۔ ارسطو کی یہ ساری تصانیف ذہن انسانی کے لئے آج بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ارسطو کی ایک بنیادی

اور ’’بوطیقا‘‘ ہم تک پہنچی ہیں۔ ارسطو کی یہ ساری تصانیف ذہن انسانی کے لئے آج بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ارسطو کی ایک بنیادی اہمیت یہ ہے کہ اس نے سائنس، فلسفہ و منطق وغیرہ کی ایسی لاتعداد اصطلاحات وضع کیں کہ دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود ہم آج بھی انھی اصطلاحات کی مدد سے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔

مابعد الطبیعات:

مابعدِ طبیعات کے لغوی معانی اس شے یا علم کے ہیں جو طبیعات کے بعد آئے۔ ارسطو نے پہلے طبیعات کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے بعد جو کچھ لکھا اسے کوئی مخصوص عنوان نہ دیا، اس لیے ان تحریروں کو مابعدِ طبیعات کہا جانے لگا۔

یہاں ارسطو کی مابعد طبیعات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ ارسطو کے مابعد طبیعاتی فلسفے میں چا موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

1۔ مایہ: (Substance)
2۔ سبب: (Causality)
3۔ موجودات کی ہیئت: (Nature of beings)
4۔ خدا کا وجود: (Existance of God)

خوشی اور اخلاقیات:

انسان جو بھی عمل کرتا ہے یا جو بھی نقل و حرکت کرتا ہے۔ ان کے پیچھے یقیناً کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ ارسطو کہتا ہے کہ اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو ہر عمل کو حتمی مقصد خوشی یا مزاح حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی انسان ورزش کرتا ہے تو اس کا مقصد صحت مند رہنا اور صحت مند رہنے کا مقصد خوش رہنا ہے۔ اس لیے ورزش کا حتمی مقصد خوشی کا حصول ہے اس طرح انسان کی دن رات کی ان تھک محنت کسی نہ کسی مسرت ہی کو جستجو ہوتی ہے۔ کسی کے لیے دولت خوشی ہے تو کسی کے لیے صحت اور کسی کے لیے طاقت اور اقتدار وغیرہ۔

ارسطو کا نظام اخلاق اس نکتہ پر مشتمل ہے کہ خوشی کی طلب میں جو عمل یا کام کاج کیے جائیں ان کی بنیاد نیکی (Virtue) یا اچھائی پر ہونی چاہیے۔ یعنی یہ اعمال نسل انسانی کے انفرادی حتیٰ کہ اجتماعی بہتری کے لیے مناسب اور ضروری ہوں۔

سیاست:

ارسطو نے اپنے سیاسی نظریے کی وضاحت کے لیے ایک کتاب سیاست (Politics) لکھی جس میں وہ اپنے استاد افلاطون سے اس بات پر متفق ہے کہ ’’فرد کی طرح ریاست بھی ایک بنیادی مقصد رکھتی ہے۔ یہ بنیادی مقصد عوام کی بھلائی اور خوشحالی ہے۔‘‘ ارسطور کہتا ہے کہ اگر کسی کو ریاست کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو وہ انسانیت کے درجے سے بہت بلند ہے یا پھر انسانیت کے درجے سے کم تر ہے۔ دوسرے الفاظ میں صرف خدا اور جانور کو ریاست کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر انسان کسی معاشرے یا ریاست کے بغیر رہتا ہے تو اس کی زندگی بالکل وحشی جانوروں کی سی ہوتی ہے۔ یہ ریاست ہی ہے کہ جو وحشی کو انسان بنا کر اسے نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتی ہے اور نیکی کرنے کے مواقع بھی فراہم کرتی ہے۔

ارسطو ریاست کی چھے اقسام بتا تا ہے جن میں سے تین اصلی ریاست کی ہیں اور تین قسمیں ان کی بگڑی ہوئی شکلیں یا متضاد ہیں۔

1۔ بادشاہت (Monarchy)

اس قسم کی حکومت میں بادشاہ اپنی حلاصیتوں، نیکی، ذہانت، بہادری، قانونی اور اخلاقی طریقوں سے حکومت کرتا ہے اور عوام کی بھلائی کے لیے کام کرتا ہے۔ اس نظام کی مسخ شُدہ صورت یا متضاد جبری حکومت ہے جس کا مقصد عوام کی بھلائی کے بجائے عوام کے حقوق غصب کرنا، لوٹ مار کرنا اور اپنے طبقے کے ذاتی مفادات حاصل کرنا ہے۔ اس قسم کے حکمران لوگوں کو مار کر، حراساں کر کے اور دہشت زدہ کر کے حکومت کرتے ہیں۔ اور عوام کی مرضی کی قطعی پروا نہیں کرتے۔

2۔ امراراج (Aristocracy)

اگر نیک اور شریف امرا خاندان کسی اصول اور ضابطے کے تحت حکومت کریں جس میں عوام کی رضامندی بھی شامل ہو اور ان کے مفادات کا خیال بھی رکھا جائے۔ تو اسے امراراج کہنا چاہیے۔ اس راج یا نظام حکومت کی مسخ شدہ صورت (Oligarchy) سے ہے، یہ بھی امراراج ہے لیکن اس میں امرا عوامی مفادات کی بجائے ذاتی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ جو کہ خود غرض، خود پرست، نادان اور بداخلاق ہوتے ہیں۔

3۔ آئینی جمہوریت (Timocracy)

اس طرز حکومت میں ایک آئین ہونا چاہیے اور حکمران اس آئین کے تحت حکومت کریں حکمران عوام میں سے ہوں اور عوام کو اپنے مکمل حقوق و فرائض کی مکمل آ گاہی ہو۔

ریاست کیسی ہونی چاہیے:

ارسطو نے تین نظام حکومت اس لیے دیے ہیں کہ لوگ اپنے علاقے کی ضروریات اور عوام کے مزاج کے مطابق ان تینوں میں سے کسی ایک کو نافذ کریں۔ لیکن ایک بات جو ان تمام نظاموں حکمرانوں میں ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ عوام کو نیکی اور خوشحالی تک پہنچا دیں۔

1۔ ریاست کو درمیانی رقبے پر مشتمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ زیادہ بڑی ریاست کا انتظام سنبھالنا دشوار ہوتا ہے اور زیادہ چھوٹی ریاست اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔

2۔ ریاست کو اپنی فاضل اضافی اشیا برآمد اور ضرورت کی اشیا درآمد کرنی چاہییں۔

3۔ ثقافتی سرگرمیاں ضرور ہونی چاہئیں مگر یہ عیاشی میں تبدیل نہ ہوں۔

4۔ زرعی مزدور، کسان، ہنرمند اور غلام ضرور ہونے چاہئیں۔ مگر یہ شہری (Citizens) نہیں کہلائیں گے۔ مگر شہری صرف وہ لوگ ہوگے جو کہ نوجوانی میں فوجی، جوانی یا درمیانی عمر میں مجسٹریٹ یا معزز اور بڑھاپے میں مذہبی رہنما بن کر جئیں گے۔

تعلیم دینا ریاست کی ذمہ داری ہو۔ تعلیم انسان کے جسم سے شروع ہونی چاہیے کیونکہ بدن اور اس کی ضروریات روح سے پہلے

پلنے بڑھنے لگتی ہیں۔ جسم کو تعلیم اس لیے دینا چاہیے کہ وہ روح کی تابع ہو سکے اور جسمانی تقاضوں کو تعلیم اس لیے دینا چاہیے کہ وہ عقلی استدلال (Reason) کے تابع ہو سکیں۔

ارسطو کے نظریہ اخلاق میں معاشرے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ انفرادی اخلاق اگر انسانی معاشرے کو فائدہ نہیں دیتا تو اس کا ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے۔ اس لیے انہوں نے انفرادی اخلاق کو نظر انداز کیا۔ جس کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ فرد کے لیے معاشرتی زندگی بہترین زندگی ہے۔ اس لیے ارسطو کی نظر میں اخلاقیات کا اصل موضوع معاشرہ ہے۔ افلاطون نے جو نظامِ حکومت دینے کی کوشش کی اس میں اخلاقیات و سیاسیات کو جڑواں قرار دیا اور سیاست میں بلند اخلاق ہی معاشرے کو اخلاقی کمزوریوں سے پاک رکھ سکتے ہیں۔ ارسطو بھی اپنے استاد کے نظریے سے اتفاق کرتے ہیں۔

ارسطو انسان کی اس زندگی کو بہترین تصور کرتے ہیں، جس میں وہ معاشرے میں رہ کر اپنے تعاون اور حسنِ سلوک بلکہ اپنی قربانی سے اجتماعی مفاد کو پروان چڑھائے۔ وہ اخلاق میں میانہ روی کے قائل ہیں' اور یہ فیصلہ عقل کرتی ہے، اس لیے اخلاقیات میں وہ عقل کو اہمیت دیتے ہیں۔ ارسطو انسانی فضائل کی دو قسمیں بتاتے ہیں۔ ایک علمی اور دوسری اخلاقی اور ان میں وہ اخلاقی فضیلت کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

-1 ارسطو کے نظامِ اخلاق پر نوٹ لکھیے۔
-2 ارسطو کے حالاتِ زندگی پر مختصر نوٹ لکھیں۔
-3 ارسطو اور سکندر اعظم کا تعلق تفصیل سے بیان کریں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

-1 مختلف علوم میں یونان کی اہمیت کیا ہے؟
-2 ارسطو نے کس استاد سے تعلیم حاصل کی؟
-3 ارسطو کے مابعد طبعیات کے چار موضوعات کون سے ہیں۔
-4 ارسطو کی تحریریں کن موضوعات پر ہیں؟
-5 ارسطو کے نظامِ اخلاق میں کس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے؟
-6 ارسطو نے ایتھنز چھوڑتے وقت کیا کہا تھا؟
-7 ارسطو کے مطابق ریاست کے اصول کون سے ہیں؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1- سقراط، افلاطون اور ارسطو...................... تھے۔

(ا) ادیب (ب) فلسفی (ج) سائنس دان (د) نفسیات دان

2- ارسطو کے والد...................... تھے۔

(ا) معلم (ب) معالج (ج) مذہبی رہنما (د) وعظ

3- ارسطو کو...................... نے اُستاد مقرر کیا۔

(ا) سکندر (ب) فیلقوس (ج) شاہِ یونان (د) افلاطون

4- ارسطو کے نظریہ اخلاق میں زیادہ اہم ہے۔

(ا) فرد (ب) معاشرہ (ج) حکومت (د) اُمرا

5- ارسطو زیادہ اہم سمجھتا ہے۔

(ا) اخلاقی فضیلت (ب) علمی فضیلت (ج) عقلی برتری (د) تجربی علم

(د) صحیح جملے کے سامنے ”ص“ اور غلط کے سامنے ”غ“ لکھیں۔

1- ارسطو کا طبعی رجحان فلسفے کی طرف تھا۔
2- ارسطو نے بیس سال تک افلاطون سے علم حاصل کیا۔
3- سکندرِ اعظم کے دو سال بعد ارسطو فوت ہو گئے۔
4- ارسطو نے انسانی فضائل کی تین قسمیں بتائی ہیں۔
5- ارسطو اخلاق کے لیے افراط و تفریط کے درمیان سے راستہ نکالتے ہیں۔
6- اسکندرِ اعظم نے ارسطو کو سائنسی و طبّی تحقیق کے لیے اکیلا بھیج دیا۔
7- سکندرِ اعظم کا قول ہے کہ اُستاد نے مجھے جینا سکھایا۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1- طلبہ گلوب میں یونان کا نقشہ دیکھیں یا کسی نقشے میں ایتھنز اور مقدونیہ کو نشان دہی کریں۔
2- یونان کے عظیم مفکرین کا تصویر نامہ تیار کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1- ارسطو نے فلسفے کے علاوہ جو کارنامے سرانجام دیے اور کتابیں لکھیں ان کے بارے میں طلبہ کو بتائیے۔
2- طلبہ کو سادہ الفاظ میں علم فلسفہ سے متعارف کرائیں۔

☆☆☆☆

عمان ویل کانٹ (IMMANUEL KANT)

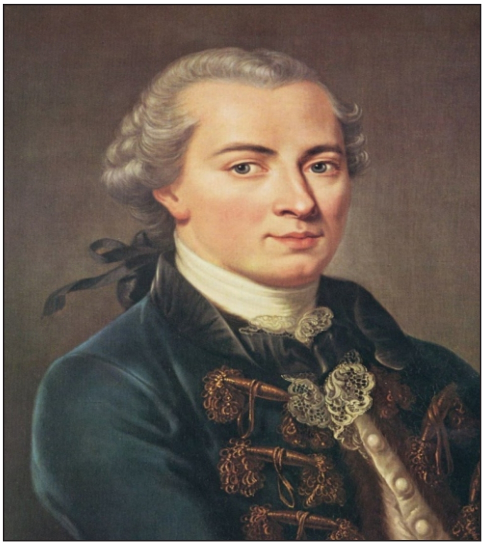

عمانوئل کانٹ (1804-1724ء) اٹھارھویں صدی کے ایک نامور فلسفی تھے۔ وہ طبیعات اور ریاضی کے استاد تھے، لیکن انھیں فلسفے سے گہرا لگاؤ تھا۔ انھوں نے فلسفۂ اخلاق میں بڑا نام پیدا کیا۔ بیسویں صدی کے ایک بڑے فلسفی برٹرینڈ رسل نے بھی ان کی تعریف کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فلسفۂ اخلاق کے حامی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج فلسفۂ اخلاق کا ذکر آئے تو کانٹ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

کانٹ 22 اپریل 1724 عیسوی کو مشرقی جرمنی میں پرشیا کے شہر کونگز برگ (Konigsberg) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد زین ساز تھے۔ اس کے آبا و اجداد سکاٹ لینڈ سے جرمنی آئے تھے اور پھر وہ یہیں کے ہو رہے۔ کانٹ کے مسیحی والدین پائی ٹائٹس سے تعلق رکھتے تھے۔ اس فرقے کے لوگ اخلاقی قوانین کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ کانٹ کے سادہ لوح والدین نے کانٹ کی تربیت اسی اخلاقی ماحول میں کی۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کانٹ نے زندگی بھر کسی کی دل آزاری نہ کی۔

اپنی ساری زندگی اپنے پُرسکون شہر میں ہی گزاری۔ کوئنز برگ سے باہر جا کر دنیا کو دیکھنے، گھومنے پھرنے یا لوگوں سے ملنے وغیرہ جیسا اسے کبھی کوئی شوق ہوا اور نہ ہی کبھی اس نے کوشش کی لیکن اس چھوٹے سے شہر میں رہتے ہوئے کانٹ نے فلسفے کی دنیا میں ایک بڑا دھماکہ کیا، جس کی بازگشت ابھی تک سنائی دے رہی ہے۔ اس کی زندگی کے معمولات بالکل ایک مشین کی طرح تھے۔ مخصوص وقت پر ناشتہ کر کے گھر سے نکلتے تھے، یونیورسٹی میں فلسفہ پڑھا کر واپس لوٹتے تھے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر شام ساڑھے تین بجے گھر سے چہل قدمی کے لیے نکلتے اور پھر گھر واپس آ جاتے۔ یہی اس کی زندگی تھی، نہ شادی، نہ بیوی، نہ بچے۔ گھر میں اُن کے علاوہ ایک ملازم اور باقی صرف کتابیں تھیں۔ وہ وقت کا اس قدر پابند تھے کہ جب وہ چہل قدمی کے لیے گھر سے نکلتے تو لوگ اپنی گھڑیاں درست کر لیتے تھے۔ وہ بنیادی طور پر ایک غریب، مسکین مگر قناعت پسند اور صابر و شاکر انسان تھے۔

کانٹ نے کونگز برگ ہی میں تعلیم حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد ان کا سلسلہ تعلیم بھی منقطع ہو گیا' اور انھیں اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے بچوں کو پڑھا کر گزارا کرنا پڑا۔ 1755ء میں انھیں ایک دوست کی مدد میسر آئی۔ انھوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی اور یونیورسٹی میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں انھوں نے 27 سال فلسفہ اور منطق کی تدریس کی۔ انھوں نے اس عرصے میں طلبہ کی کثیر تعداد کو متاثر کیا۔ یہاں تک کہ پرشیا کے بادشاہ نے انھیں مذہبی مضامین پڑھانے سے منع کر دیا۔ یہ پابندی اس بادشاہ کی وفات تک جاری رہی۔ کانٹ 12 فروری 1804ء میں فوت ہوئے۔

کانٹ کی زندگی کے کئی پہلو دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ وہ عمر بھر سفر سے گریزاں رہے اور شاید ہی کبھی صوبے سے باہر نکلے ہوں۔ انھوں نے اپنی ذاتی زندگی پر علمی کاوشوں کو ترجیح دی۔ ان کی زندگی میں جرمنی سات مرتبہ انقلابات سے گزرا مگر کانٹ برفیلے پہاڑوں میں گھرے کونگزبرگ میں مقیم رہے۔ وہ ہر روز ایک مقررہ وقت پر سیر کو نکلتے‘ اور بارش آئے یا آندھی ناغہ نہ کرتے۔ وہ وقت کے اس قدر پابند تھے کہ انہیں سیر پر جاتے دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں درست کرتے تھے۔ اس قدر منظم زندگی گزارنے کا اثر ان کے فلسفے پر بھی رونما ہوا۔ بہت سے فلسفی اور عام لوگ انھیں ملنے آتے۔ آخری عمر میں ان سے ملنے کے لئے آنے والوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ انہوں نے لوگوں سے گفتگو بند کر دی اور بہت کم وقت کے لیے وہ لوگوں سے ملتے تھے۔ وہ سفر نامے شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ انھوں نے نظامِ شمسی کے ایک نئے سیارے یورینس کے وجود کی پیش گوئی کی تھی اور جو درست ثابت ہوئی۔

اس کی زندگی نہایت پُرسکون گزر رہی تھی، لیکن اچانک اس کی زندگی میں زلزلہ آ گیا، جس نے اسے گہری نیند سے جگا دیا۔ یہ زلزلہ تھا ڈیوڈ ہیوم کا تجربیت پسند فلسفہ اور روسو کی کتاب عمانوئل کانٹ بنیادی طور پر ایک مذہبی آدمی تھے، لیکن اس کا مذہب کسی روایتی طور طریقے سے بالاتر تھا۔ اس کے سامنے فلسفے کی دو بڑی تحریکیں تھیں، جن کے حملے سے اسے اپنا دِین ایمان بچانا تھا۔ ان تحریکوں میں ایک عقلیت پسندی (Rationalism) تھی اور دوسری تجربیت پسندی (Empricism) تھی۔

کانٹ کا دور فرانسیسی روشن خیالی کا دَور بھی ہے، جب والٹیر کا قلم پورے یورپ میں تیز دھار تلوار کی طرح رواں تھا۔ والٹیر کے پاس عقلی استدلال کا انتہائی زود اثر ہتھیار تھا، جس کی مدد سے وہ مذہبی نظریات اور توہمات کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا تھا۔ عقل پرستی کی اس تحریک میں کانٹ کے سامنے خدائی وجود کے منکر اور اس کے حامی تھے، جو دونوں عقلی استدلال کو استعمال کر رہے تھے۔ سینٹ تھامس، اکیناس و دیگر نے عقلی استدلال کو استعمال کرتے ہوئے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی تھی تو دوسری طرف کئی لوگوں نے خدا کے وجود کا انکار کیا تھا۔ کانٹ کو عقل کی تلوار سے اپنے ایمان کو بچانا تھا۔ اس کے ایمان کو دوسرا خطرہ لاک اور ہیوم کی تجربیت پسندی سے تھا، جس کا مطلب مادہ پرستی تھا۔ تجربیت پسندی میں خدا، مذہب اور ایمان کا کوئی وجود نہیں تھا اور اس کے ساتھ تجربیت پسندی کا براہِ راست حملہ عقل پرستی پر تھا۔ کانٹ کو عقلیت کا دفاع بھی کرنا تھا لیکن اپنے انداز سے اور عقلیت کو کچھ زیادہ اور جامع معافی دینے تھے۔

کانٹ نے فلسفۂ اخلاق پر کئی کتب لکھیں ان میں ’’تنقیدِ عقلِ محض‘‘ (Critique of Pure Reason) زیادہ اہم ہے جسے اس نے بارہ سال میں سوچا اور اگلے چھے ماہ میں لکھ دیا۔ یہ کتاب 1781 عیسوی میں شائع ہوئی۔ اور ’’تنقیدِ عقلِ عملی‘‘ 1788 عیسوی میں اور ’’مابعد الطبیعات اخلاقیات‘‘ 1797 عیسوی میں منظر عام پر آئی۔ تو فلسفے کی دنیا میں بڑی ہلچل مچ گئی۔ فلسفے کے علاوہ انھیں جغرافیے سے بھی دلچسپی رہی۔ انھوں نے یہ مضمون پڑھایا بھی اور اس مضمون سے متعلق ان کی دو کتب بھی شائع ہوئیں۔

تنقیدِ عقلِ محض:

کانٹ کی کتاب ’’تنقیدِ عقلِ محض‘‘ کے عنوان سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ کانٹ نے عقل پر حملہ کر کے اس کے بخیے اُدھیڑ ڈالے ہوں گے، مگر ایسا نہیں ہے۔ یہاں تنقید کا مطلب عام تنقید نہیں ہے۔ کانٹ نے عقل کی چھان بین کر کے اسے ایک نیا مقام دیا۔ فرانسیسی روشن خیالی کے فلسفی اور ادیب خصوصاً والٹیر و دیگر عقل کے ہتھیار سے مذہب خصوصاً مسیحی مذہب پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ان کے پاس ہر نظریے اور ایمان کو پرکھنے کا ذریعہ عقل تھی۔

کانٹ نے اپنے ایمان پر حملہ کرنے والے ہتھیار کو کند کرنے کا سوچا۔ آخر یہ عقل مذہب اور ایمان کو برباد کرنے والی کون ہوتی ہے؟ کیا عقل کے فیصلے ہمیشہ درست ہوتے ہیں؟ عقل ایک معروضی حقیقت ہے یا یہ ہر انسان کے پاس اپنی ہوتی ہے؟ خالص عقل کیا ہے؟

تنقید عقلِ عملی:

کانٹ نے خالص عقل پر تنقید کر کے مذہب اور ایمان کو تو بچا لیا مگر نیکی اور اخلاقیات کی ضرورت کا سامنا کرنے کے لیے تنقید عقل عملی لکھی۔ نیکی کیا ہے؟ اور اخلاقی طرزِ عمل کا ماخذ کیا ہے؟ ہیوم کے مطابق تو ہم جو ہمدردی دکھاتے ہیں اور نیکی کرتے ہیں یہ عقل نہیں بلکہ جذبے (Emotion) کے طابع ہے یعنی اخلاقیات کا ماخذ عقل نہیں بلکہ جذبہ ہے۔ کانٹ ڈیوڈ ہیوم سے متفق نا ہوا اور عقلیت پسندوں کی بات کو آگے بڑھایا کیونکہ اس کے خیال میں نیکی کسی ہمدردی کے جذبے کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا فیصلہ عقل کرتی ہے۔ کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ یہ عقل انسان کے اندر پیدائشی (Innate) ہے۔

کانٹ کی ماورائی جمالیات:

کانٹ نے 1790 عیسوی میں ”تنقید فیصلہ“ (Critique of Judgement) نامی مقالہ لکھ کر جمالیات کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ ہم اشیا کی خوب صورتی اور بدصورتی کے متعلق اپنی آراء کن بنیادوں پر دیتے ہیں؟ خوب صورتی اشیا میں ہے یا دیکھنے والے کی آنکھ میں؟ یہ معروضی ہے یا موضوعی ہے۔

کانٹ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہاں موضوعی عنصر زیادہ غالب ہے۔ کوئی شے بذاتِ خود خوب صورت ہے نہ بدصورت، بلکہ یہ ہماری سوچیں یا محسوسات ہی ہیں جو ان کو خوب صورت یا بدصورت قرار دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کانٹ کے نزدیک خوب صورتی یا بدصورتی ذاتی پسند یا ناپسند پر مشتمل ہے، جس کی بنیاد کسی عقل، علم یا نظریے کے بجائے صرف جذبے پر ہے۔

مذہب اور عقل:

سن 1793 عیسوی میں قریباً 69 سال کی عمر میں کانٹ نے مذہب اور عقل کے متعلق کافی مقالے لکھے، جن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اخلاقیات کو کسی بھی مذہب کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ انسان میں نیکی کے جذبات بھی قدرتی ہیں۔ صرف ان کو منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ کانٹ نے بہترین مذہب وہ قرار دیا ہے جس میں ”فرض کی ادائیگی“ کو قانونِ الٰہی سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

دائمی امن:

کانٹ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک ایسا نظریہ دیا جو موجودہ اقوام متحدہ سے ملتا جلتا ہے اس نے ایسے ادارے کے قیام پر اس لیے زور دیا کہ ریاستوں کے درمیان ہونے والی لڑائی جھگڑوں کا کوئی قانونی تصفیہ کیا جا سکے اور جنگ کے امکانات کو روکا جا سکے۔ کانٹ نے کہا کہ ریاستوں کے درمیان جمہوری تعلقات ہونے چاہئیں۔ جن سے جنگ کو کافی حد تک روکا جا سکتا ہے۔ کیونکہ غیر جمہوری حکومتیں جن میں بادشاہت اور مطلق العنانیت شامل ہیں۔ ہر وقت جنگ کے لیے آمادہ رہتی ہیں۔

کانٹ کے فلسفہ اخلاق کے مطابق اخلاق اس حُسنِ عمل کا نام ہے جس میں ارادے کا دخل ہو۔ انسانی کردار اور افعال اس کے بغیر بے معنی ہیں۔ انسان ذی عقل ہے، جذبات رکھتا ہے اور اسے بنانے والے نے اچھائی یا بُرائی کا اختیار بھی دے رکھا ہے۔ کردار فلسفے اور

اخلاق کا اہم موضوع ہے، جس پر بے شمار فلسفیوں نے اپنے اپنے نظریے پیش کیے ہیں۔ کانٹ ان میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کے اخلاقی نظریات میں خیر وشر کے تصورات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ کانٹ کے مطابق نیک اور اچھا عمل وہی ہے جو فرض سمجھ کر کیا جائے۔ انسان کی فطرت میں نیکی کا جوہر موجود ہے اور وہ فطرتاً نیک واقع ہوا ہے۔ انسان کو عرفانِ نفس حاصل ہو جائے تو وہ خود غور وفکر کرنے سے نیکی اور بدی کی پہچان کر سکتا ہے۔ کانٹ کے نزدیک اخلاق کے قوانین کا سرچشمہ اس کی عملی زندگی ہے۔

کانٹ اخلاق کے لیے ہر فعل میں ارادے کو اہمیت دیتا ہے۔ اچھائی صرف وہی ہے جو نیک ارادے سے سرانجام دی جائے۔ کانٹ کے اخلاقی نظام میں ارادہ اور نیت وہ بنیادیں ہیں جن پر اس کے نظامِ اخلاق کی عمارت کھڑی ہے۔ کسی بھی عمل کو اخلاق کے پیمانے پر پرکھنے کے لیے، عامل کا ارادہ دیکھا جائے گا اور اس کی نیت کا سراغ لگایا جائے گا، نیت سے پہلے اس کے نفس میں متضاد نظریات کی جنگ ہوتی ہے۔ اغراض، مقاصد اور احساسِ فرض میں تصادم ہوتا ہے اور اسی تصادم سے نیکی کا سرچشمہ پھوٹتا ہے۔ یہاں کانٹ ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں، کہ فرد کے اخلاق کو اجتماعیت میں ڈھلنا چاہیے، کیونکہ اجتماعیت کی فلاح ہی اخلاق کا مطلوب ہے۔ ہم عام طور پر کہتے سنتے ہیں کہ دیانتداری اچھی چیز ہے(Honesty is the best policy)۔ کانٹ کے نزدیک یہ معیار درست نہیں۔ وہ صرف افادی نقطۂ نظر(Utilitarian View) کے قائل نہیں، بلکہ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دیانتداری سے نفع ہو یا نقصان، دیانتداری ہی اپنانا چاہیے، یعنی نیکی کی عادت ہو نہ کہ پالیسی۔ خیر وہی ہے جو عالمگیر صداقت ہو اور دنیا اسے اختیار کر سکے۔

کانٹ کے فلسفۂ اخلاق میں ارادے کے ساتھ ساتھ اصول کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ عموماً اپنے دوست یا عزیز کو مصیبت میں مبتلا پا کر ہم رحم کے جذبے سے سرشار اس کی مدد کرتے ہیں۔ کانٹ کا خیال ہے کہ اس مدد کے جذبے کا محرک بھی درست ہو اگر ہم کسی بھی انسان کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر اسی جذبے سے مدد کرتے ہیں تو یہ اخلاق ہے۔ رفاہی ادارے بلا امتیاز دکھی انسانوں کی مدد کرتے ہیں یہ نیکی ہے۔

کانٹ نیک اعمال کو عادت بنا لینے پر زور دیتے ہیں۔ اعمال میں اتار چڑھاؤ اخلاق کے زمرے میں نہیں آتا۔ وہ صرف اصول اور قاعدے کے مطابق مطلق حکم کو درست تصوّر کرتے ہیں۔ چنانچہ درست فعل وہ ہے جو ایک شخص خود کرے اور چاہے کہ دوسرے بھی ایسا کریں۔ کانٹ آزادی کے حق کے حامی اور جبر کے خلاف ہیں۔ وہ عزم وارادے کے مطابق سزا کے قائل ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سزا ارادی افعال پر دی جانی چاہیے نہ کہ افعال کا نتیجہ دیکھ کر سزا دی جائے۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

1- کانٹ کے نظامِ اخلاق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

2- کانٹ کے حالاتِ زندگی پر نوٹ لکھیں۔

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1- کانٹ کی زندگی کے دلچسپ پہلو کون سے تھے؟

2- کانٹ فلسفے کے علاوہ کس مضمون سے دلچسپی رکھتے تھے؟

3- کانٹ اخلاق میں کس چیز کو زیادہ اہم سمجھتے تھے؟

4- کانٹ نیک اعمال کے بارے میں کس بات پر زور دیتے ہیں؟

5- کانٹ کا سزا کے بارے میں کیا نقطۂ نظر ہے؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1- عمانوئل کانٹ .... کے استاد تھے۔

(ا) فلسفے اور نفسیات (ب) اخلاقیات اور نفسیات (ج) طبعیات اور ریاضی (د) کیمیا اور طبعیات

2- عمانوئل کانٹ کے والد.................... سے جرمنی آئے تھے۔

(ا) ہالینڈ (ب) انگلینڈ (ج) سکاٹ لینڈ (د) سوئٹزر لینڈ

3- کانٹ کے نزدیک اخلاق.................... کا نام ہے۔

(ا) دیانتداری (ب) ارادے (ج) نیکی (د) حسنِ عمل

4- کانٹ.................... پر سزا کے قائل ہیں۔

(ا) بد دیانتی (ب) ارادی افعال (ج) بے اصولی (د) ہر جرم

(د) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1- ’’ایک منفرد شخصیت‘‘ کے عنوان سے کانٹ کے بارے میں چند باتیں ایک صفحے پر لکھیں اور آپس میں تبادلہ خیال کریں۔

2- طلبہ کانٹ کے فلسفہ اخلاق کے اہم نکات خوش خط لکھ کر نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

(ہ) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1- عمانوئل کانٹ کے دَور (اٹھارھویں صدی) اور آج کے زمانے کی جرمن ریاست کے فرق کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کریں۔

2- کانٹ کی کتب کی فہرست تیار کرائیں۔

☆☆☆☆

سری اربندوگھوش

سری اربندوگھوش (Aurbindu Ghoosh)(1872-1950) عیسویں گوناگوں خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ ایک متحرک سیاسی رہنما، صوفی، مفکر، شاعر، فلسفی، یوگی اور روحانیت کے ماہر تھے۔ اتنی خوبیاں کم کم لوگوں میں ہوتی ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے خطوط کے مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

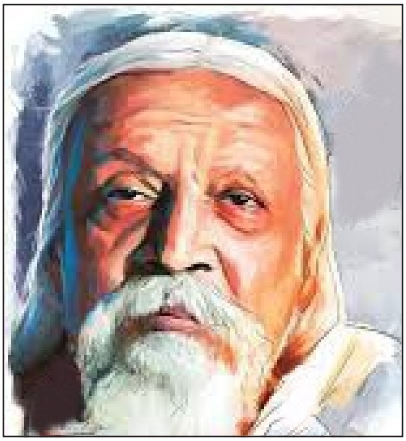

سری اربندو 15 اگست 1872 عیسویں کو کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ڈاکٹر گھوش ترقی پسند خیالات کے حامل تھے۔ انھوں نے طب کی تعلیم برطانیہ میں پائی تھی۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کے بچے مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگ جائیں اور مشرقی تہذیب کے اثرات ان پر نہ پڑیں، بلکہ برصغیر پاک و ہند کی تہذیب کا سایہ بھی ان پر نہ پڑنے پائے۔ انھوں نے اپنے بچوں کو دارجلنگ کے کانونٹ سکول میں داخل کرایا' اور تھوڑے ہی عرصے بعد وہ اربندو اور ان کے دو بھائیوں کو مانچسٹر لے گئے۔ اس وقت اربندو کی عمر صرف سات سال تھی۔ ان بچوں کو ایک پادری ڈریوٹ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔

جناب مسٹر ڈریوٹ نے اربندو کو لاطینی زبان اچھی طرح سے سکھا دی اور وہ اس لائق ہو گئے کہ سینٹ پال سکول میں داخلہ حاصل کر سکیں۔ اس ادارے میں انھوں نے یونانی زبان میں بھی مہارت حاصل کی۔ تعلیم مکمل ہونے پر اربندو وطن لوٹ آئے۔ 1893 عیسویں میں جب وہ ہندوستان لوٹے تو وہ بڑودے کالج میں استاد مقرر ہوئے۔ بعدازاں وہ اسی کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ ان دنوں آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔ انھوں نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ وہ جگانتر پارٹی کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ ایک انقلابی پارٹی تھی جو زیرِ زمین رہ کر انقلاب برپا کرنے کے لیے کوشش کر رہی تھی۔ اربندو بنگال کے ایک قوم پرست اخبار ”بندے ماترم“ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ بنگال کی تقسیم میں وہ اہم رہنما کے طور پر شریک رہے۔

ایک مقدمے کے نتیجے میں وہ کولکتہ جیل میں قید کیے گئے تھے۔ اس جیل میں ان پر علی پور سازش اور بغاوت کا مشہور مقدمہ چلا۔ یہیں انھیں گیتا کے مطالعے کا موقع بھی ملا۔ انھیں کچھ روحانی تجربات بھی حاصل ہوئے۔ ایک ہندو فلسفی نے یوگا کی مشقوں میں ان کی رہنمائی کی۔ اب ان کا ذہن بدلنے لگا۔ وہ سیاست سے روحانیت کی طرف مائل ہوئے۔ اس دوران 1910ء عیسویں میں وہ علی پور سازش کیس سے باعزت بری ہوئے' اور کولکتہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرآباد کہہ کر وہ پانڈی چری میں جا بسے۔

1914ء عیسویں میں انھوں نے پانڈی چری سے 64 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ جاری کیا جو چھے سال سے زیادہ عرصے تک ان کے نظریات کا ترجمان رہا۔ اس میں ان کے طویل مضامین قسط وار بھی شائع ہوئے اور ان کے مختصر مضامین بھی اس رسالے کی زینت بنے۔

1928ء عیسوی میں انھوں نے ”ملکوتی ماں“ کا تصور پیش کیا۔ یہ مافوق الفطرت ایک آسمانی ملکوتی ہستی کا تصور تھا جو شعور اور قوت کا

مرکز تھی اور ان کے بقول یہ ہستی اپنی چار قوتوں سے کائنات کی رہنمائی کرتی ہے۔ انھوں نے اس ہستی کی توجہ حاصل کرنے کی شرائط بھی بیان کیں، انھوں نے بالائی شعور کا فلسفہ بھی پیش کیا۔

سری اربندو دولت کو ایک اہم قوت تصور کرتے ہیں، بلکہ وہ مال و زر کو ایک خدائی قوت قرار دیتے ہیں جو خدا ہی بندوں کو دیتا ہے جبکہ دولت روئے زمین پر یہ اہم کام سرانجام دیتی ہے۔

سری اربندو کی زیادہ تر تحریریں انگریزی میں ہیں لیکن ان کے تراجم بنگالی، گجراتی، سنسکرت، فرانسیسی، ڈچ، ہسپانوی اور فارسی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی کیے گئے ہیں، وہ شاعر بھی تھے۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے ان کی تعریف میں اشعار بھی کہے ہیں۔ ان کی ایک روحانی آزاد نظم چوبیس ہزار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ سری اربندو 1950 عیسوی میں فوت ہو گئے مگر اپنے فکر و فن کی وجہ سے وہ آج بھی زندہ ہیں اور بنگال کے مؤثر رہنماؤں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

1- سری اربندو کی شخصیت اور فلسفے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

2- سری اربندو نے زبانوں کی تعلیم کہاں اور کب حاصل کی؟

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1- سری اربندو گھوش کن صلاحیتوں کے مالک تھے؟

2- سری اربندو گھوش نے ابتدائی تعلیم کہاں پائی؟

3- انھوں نے گیتا کا مطالعہ کہاں کیا تھا؟

4- ان کا جاری کردہ رسالہ کتنے سال جاری رہا؟

5- سری اربندو کس چیز کو بڑی قوت سمجھتے تھے؟

(ج) دُرست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1- سری اربندو کے والد کی خواہش تھی کہ ان کے بچے.....................۔

(ا) اعلیٰ تعلیم حاصل کریں (ب) روحانیت کے ماہر ہوں (ج) ہند کی تہذیب سے بچے رہیں۔ (د) ا، ب، ج

2- سری اربندو نے سینٹ پال سکول سے.....................زبان سیکھی۔

(ا) لاطینی (ب) یونانی (ج) ہندی (د) انگریزی

-3 وہ.....................پارٹی کے بانیوں میں سے تھے۔

(ا) کانگرس　(ب) جنگانتر　(ج) بنگلہ پارٹی　(د) عوامی لیگ

-4 سری اربندو نے رسالہ.....................سے جاری کیا۔

(ا) کول کتہ　(ب) دہلی　(ج) پانڈی چری　(د) ڈھاکہ

-5 سری اربندو کی تصانیف.....................زبان میں ہیں۔

(ا) انگریزی　(ب) سنسکرت　(ج) بنگالی　(د) ہسپانوی

(د) کالم (الف) کا ربط کالم (ب) سے کریں اور جواب کالم (ج) میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
پیدائش	1928ء	
لاطینی	آزاد نظم	
ملکوتی ماں	کلکتہ	
وفات	ڈریوٹ	
رسالہ	1914ء	
	1950ء	

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

-1 سری اربندو کی سوانحی تفاصل کا ایک چارٹ بنایئے اور اسے کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

-1 طلبہ پر واضح کریں کہ بڑی شخصیات میں بہت زیادہ صلاحیتیں ہوتی ہیں وہ ان صلاحیتوں اور محنت کے زور پر بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہیں۔ اتار چڑھاؤ بھی انسانی زندگی کا حصہ ہے۔

☆☆☆☆

فرہنگ

مذاہب کا تعارف

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لامحدود	جس کی کوئی حد نہ ہو	فریضہ	فرائض
مداوت	تکرار	لاطینی زبان	ایک زبان کا نام
فضلِ خداوندی	خدا کی رحمت	طریقِ حیات	زندگی کا انداز
مادی تقاضے	دُنیا کی ضروریات	روحانی تقاضے	روح کی ضروریات
توضیح	وضاحت	توجیہہ	وجہ بتانا
اکتفا کرنا	کافی سمجھنا	خصائل	خوبیاں
توثیق	تصدیق کرنا	معاشرتی استحکام	معاشرے کی مضبوطی
ردّوبدل کرنا	تبدیل کرنا	تغیّر	تبدیلی
نقطہ آغاز	شروع کی بات	عنصر	حصّہ

مشکلات کے حل میں مذہب کی راہنمائی

مادہ پرست	دُنیاوی چیزوں سے محبت	توکّل کرنا	یقین کرنا
خدمتِ خلق	انسانوں کی خدمت	آب رسائی	پانی پہنچانا
اجیرن کردینا	مشکل میں ڈال دینا	سرگرم ہونا	پُرجوش ہونا
بسترِ مرگ	مرنے کے قریب ہونا	اعزا	رشتے دار
بے راہ روی	آوارگی	تلقین کرنا	ہدایت کرنا
مصائب	مصیبت کی جمع	وابستہ ہونا	جُڑ جانا
بیک وقت	ایک وقت میں	بال بال قرضے میں جکڑنا	قرض دار ہونا
بیخ کنی کرنا	خاتمہ کرنا	مسلط ہونا	حاوی ہونا

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ازل	وہ زمانہ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو، آغازِ خلقت	سرشت	فطرت
تحسین	تعریف، مرحبا	تدارک	درستی، اصلاح
تلافی	ازالہ	تفریح وطبع	سیر و تفریح کا شوقین
قابلِ مذمت	ناپسندیدہ	دلدل میں دھنسنا	مصیبت میں پھنسنا
الہیات	الٰہیت کی جمع وہ علم جس میں وجود باری تعالیٰ پر بحث ہو	رفاہ عامہ	لوگوں کی بھلائی کے لیے
جرائم کا انسداد کرنا	جرائم کا خاتمہ	عدل وانصاف	انسانوں کے ساتھ برابر سلوک کرنا
تشریحات	تفصیلات	بین الاقوامی	عالمی سطح کا
جوں کے توں	اثر نہ ہونا	وسائل	سہولیات

مہاتما وردھمان مہاویر

مہاویر	عظیم ہیرو	کنفیوشس	کنفیوشی مذہب کے بانی
ریاضت	مشقت، نفس کُشی	حشرات الارض	کیڑے مکوڑے
مصلح	اصلاح کرنے والا	فروعی	شاخیں، اضافی
خود ضبطی	اپنی خواہشات پر قابو پانا	کھشتری	ذات پات کی تقسیم میں ایک طبقہ جو دفاع کرتا ہے
کشکول	بھیک مانگنے کا پیالہ	قبلِ مسیح (BC)	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا زمانہ
BCE	Before Common Era	ثقافتی تسلط	
پُنر جنم	ہندو عقیدے کے مطابق مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا	چِتا	ہندو دھرم کے مطابق لکڑیوں کا ڈھیر جس پر لاش کو جلایا جائے
قابل اعتراض	جس پر اعتراض ہو	ہم عصر	ایک زمانہ کے
سنیاس لینا	دُنیاوی آسائشوں کو چھوڑ دینا	پُرتعیش	آسائشیں
ریاضت کرنا	تکرار کرنا	نفس کُشی	نفس کو مارنا

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عالمِ نزاع	آخری وقت	عرفانِ احدیت	خدا کے واحد ہونے کی پہچان
متروک	ترک کیا ہوا	گیان حاصل کرنا	علم حاصل کرنا
ذہنی انقلاب	سوچ بدلنا	راہبانہ زندگی	تارک الدنیا ہو کر جینا
مساویانہ	برابری	نصب العین	اُصول
مافوق الفطرت	غیر معمولی بات/کرشمہ	مماثلت	ایک جیسے
سراوستی	ایک قدیم شہر کا نام	تفویض ہونا	سپرد ہونا
مرن بھرت	مرنے کے لیے روزہ رکھنا	منتشر کرنا	بکھر جانا
حُرمت	عزت	ترجیح دینا	اہمیت دینا
مضمر استعداد	چھپی ہوئی صلاحیت	تنزل	زوال
عجائباتِ ہند	برصغیر کے عجائبات	ہفت	سات نمبر
قطبین	جنوبی و شمالی یعنی زمین کے دونوں سرے	منطقہ حارہ	زمین کی وہ پٹی جو خطِ جدی سے خطِ سرطان تک پھیلی ہوئی ہے
ایذا دینا	تکلیف دینا	جواہر ثلاثہ	تین خوبیاں
عصمت و عِفت	حیا اور عزت	بے رغبتی	دلچسپی نہ ہونا
فروعی عہد		سر منڈوانا	سر کے بال اُتروانا
تکبّرات	غرور کرنا	برہم اچاریہ	جو شادی نہ کرنے کا عہد کرے

عبادت کے انسانی زندگی پر اثرات ۔ مذاہب عالم کی روشنی میں

غصب کر لینا	ناجائز قبضہ کر لینا	بغض	عداوت، کینہ
مُراقبہ	تنہائی میں خدا کی طرف دھیان دینا	چِلّہ کشی	چالیس روز تک تنہائی میں بیٹھ کر کوئی عمل کرنا
ماورا	ناقابل فہم	حق غصب کرنا	کسی کا حق کھانا
استغراق	کسی خیال یا فکر میں محو ہونا	اعتدال	میانہ روی
احیا کی تحریک	کسی تحریک کو دوبارہ زندہ کرنا	تاویل	من مانے معنیٰ نکالنا
تنوع	کئی قسم کے	صفاتِ ربوبیت	خدا تعالیٰ کی صفات

عالمی مذاہب میں اخلاقی اقدار

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دل پسیجنا	رحم آنا	فطرتِ سلیم	اعلیٰ طبیعت
شرفِ انسانیت	انسان کا مرتبہ	پسیج جانا	مہربان ہونا
عفو درگزر	معافی و بخشش	مبلغین	تبلیغ کرنے والے
وقوفی علوم	وہ علم جس کا ادراک ہو سکے	غیر متعصّبانہ	تعصب کے بغیر
زیادتی کا مرتکب ہونا	زیادتی کرنا	تقابل ادیان	مذاہب کا موازنہ
قصرِ مذلت	ذلت کی جگہ	استدلال	دلیل کے ساتھ
کوتاہ بینی	تنگ نظری	حیات بعد الموت	موت کے بعد زندگی
لازم وملزوم	نہایت ضروری	عائلی اصول	ازدواج کے قوانین

انسانی کردار سازی پر احتساب کے اثرات

تخریب	توڑ پھوڑ	محاسبہ	پڑتال یا حساب
مواخذہ	گرفت، باز پرس	شُترِ بے مہار	اپنی مرضی پر چلنے والا
سرزنش	ڈانٹنا	محتسب	حساب لینے والا
لگام دینا	روکنا	عدالتِ عظمیٰ	سب سے بڑی عدالت
راہِ راست	سیدھا راستہ	آواز پر کان نہ دھرنا	بات نہ سننا

مذہبی تعلیمات میں پابندیٔ وقت کی اہمیت

نظام الاوقات	ٹائم ٹیبل	فضیلت	بڑائی، برتری
ناآسودگی	دُکھ/پریشانی	درہم برہم ہونا	برباد ہو جانا
قیمتی متاع	قیمتی چیزیں	ابدی حقیقت	غیر فانی حقیقت
متعلقہ دروازہ	خاص دروازہ	نشست	سیٹ
مابین	درمیان	استحقاق	قانونی یا اخلاقی حق
ناگزیر	ناگوار	شائستگی	تمیز اور تہذیب

فلاسفر ارسطو

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سنگِ میل	راستہ بتانا والا پتھر	نظیر	مثال
حصولِ علم	علم کا حاصل کرنا	میلان	رجحان
اتالیق	اُستاد	ایتھنز، مقدونیہ	یونان کے قدیم شہروں کے نام
خطیر رقم	بہت زیادہ رقم	مستند	سند یافتہ

عمانویل کانٹ

خیر و شر	اچھائی بُرائی	محرک	تحریک دینے والا، آمادہ کرنے والا
نظامِ شمسی	سورج کے گرد سیاروں کی گردش	منقطع ہو گیا	ٹوٹ گیا
کونگزبرگ	شہر کا نام	ہلچل مچ جانا	بھگدڑ مچ جانا
بخیے اُدھیڑ ڈالنا	تار تار کرنا	تصفیہ کرنا	صلح کرنا
اجتماعیت	اتحاد۔ اتفاق	قانونِ الٰہی	خدا کا قانون

سری اربندو گھوش

گیتا	ہندوؤں کی مقدس کتاب	مافوق الفطرت	فطرت سے ہٹ کر
رابندر ناتھ ٹیگور	بنگال کا معروف شاعر	یوگی	سادھو، جوگ لینے والا شخص

☆☆☆☆